سٹیٹ کونسل کے حسن انتظام کے چند سال گزرے تھے کہ مہاراجہ سررام سنگھ وفات پا گیا اور کمانڈر انچیف کی ذمہ داریاں ان کے چھوٹے بھائی راجہ سرام سنگھ کے سپرد ہوا۔ سرام سنگھ فوجی امور میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے سکردو اور گلگت کا دورہ کیا، مقامی حالات کا بنفس نفیس مطالعہ کیا اور اصلاح کے لئے فوری اقدامات کیے۔ ایک دفعہ وہ گھوڑے پر سیر کے لئے نکلا، دن بھر سکردو اور مضافات کے علاقوں میں گھومتا پھرتا رہا آخر ایک ویرانے میں پہنچا جہاں بہت سے افراد چٹانوں اور غاروں میں ریاضت میں مصروف تھے۔ سررام سنگھ نے ان کی حالت زار پر تعجب کیا' انہیں بلا کر وجہ پوچھی کسی نے کہا کہ ریاضت تو سکھ گورو بھی کرتے ہیں اور ہم تو اس دنیا اور دنیا والوں سے عاجز آ چکے ہیں۔ حکمرانوں کی روش اس قدر سخت ہے کہ ہم تارک الدنیا ہو کر ان کے لئے تباہی اور بربادی کی دعائیں کرنے نکلے ہیں۔ سررام سنگھ نے اس ویرانے کے انتخاب کی بابت سوال اٹھایا تو کہنے لگے قدیم دور سے عاجز، مقہور اور مظلوم لوگ نیک وبد کی دعائیں مانگنے منٹھل کے اسی ویرانے کا رخ کرتے ہیں۔ اس واقعے سے متاثر ہو کر رام سنگھ نے راجہ سکردو کو وہیں طلب کیا اور ان کی دادرسی کی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مہاراجہ پرتاب سنگھ لا ولد تھا اور سرام سنگھ کے بیٹے کو تخت وتاج کا وارث بنانے کا ارادہ رکھتا تھا، آخر ان کے ہاں ایک بیٹا ہوا تو پوری سلطنت میں خوشیاں منائی گئیں، مگر وہ بچہ جلد ہی فات پا گیا۔ مصاحبوں نے بتایا کہ یہ ان مظلوم تارک الدنیا لوگوں کی بددعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آپ کے ہاں نرینہ اولاد نہیں ہوگی اگر ہوا بھی تو مر جائے گا۔ بعض مؤرخین کے مطابق اس موقع پر مہاراجہ نے اپنے بھائی امر سنگھ کو بلتستان روانہ کیا تھا۔

یبگو محمد علی خان ثانی ''اقبالِ خاندان یبگو'' میں لکھتا ہے کہ امر سنگھ کو اطلاع ملی تھی کہ سکردو اور گلگت کے راجاؤں نے اتحاد قائم کرلیا ہے تاکہ ان کی متحدہ افواج چپلو اور گردونواح کو تاراج کرتی ہوئی رگیا لفولداخ سے جا ملیں پھر رگیا لفولداخ کی سربراہی میں یہ متحدہ فوج سکھوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرے۔ اسی کے تدارک کی خاطر راجہ امر سنگھ نے بلتستان میں قیام کیا تھا۔ ان تاریخوں اور سالوں کے بارے میں مولانا قطب الدین اور وزیر حشمت اللہ کے آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن واقعات کے بارے میں اس قدر تفاوت موجود نہیں۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

سیرت علمائے اہل حدیث

بطل حریت ماسٹر احمد علی خان رحمۃ اللہ علیہ

پیشکش: عبدالقیوم خان انصاری　　تدوین: عبدالوہاب خان

نام و نسب: مولوی ماسٹر احمد علی خان ولد ملا محمد خان ولد ملا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ

جدِ بزرگوار ملا احمد خان سوات سے آکر بلتستان میں رہائش پذیر ہوئے تھے۔ والد بزرگوار اخوند محمد خان صوفیہ نوربخشیہ کے امامِ مسجد اور معلم اطفال تھے، دوران بندوبست اراضی خواندہ افراد کی قلت کی وجہ سے مجبوراً پٹواری کی خدمات پیش کیں، موقع ملتے ہی اس عہدے سے کراہت کی بنا پر استعفیٰ دے دیا، پھر امامت پر قناعت کرتے ہوئے بقیہ عمر عزیز بسر کی۔

ماسٹر احمد علی خان رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۶ھ بمطابق 22 نومبر 1886ء بمقام خپلو تولد ہوئے۔

تحصیل علم: خپلو میں ایک لوئر پرائمری سکول (تیسری جماعت تک) نیا نیا کھل گیا، ماسٹر صاحب ایک سبزہ زار پر چند بچوں کو پڑھاتا تھا۔ ننھے احمد علی خان نے بھی داخلہ لیا۔ کچھ شعور آیا تو اتوار کے بجائے جمعہ کی چھٹی کے مطالبے پر لڑکوں کو اکٹھا کرنے لگا، جو کہ ہندو ماسٹر کو ناگوار ہوا اور اس تحریک کے علمبرداروں کو مجلس صبحگاہی (اسمبلی) میں کھڑا کر کے سزا دینے لگا، آپ کی باری آئی تو ڈنڈا زور سے کھینچ کر پرے پھینک دیا اور بھاگ نکلے۔ غرض اسی آن بن پر مدرسہ چھوڑا اور مختصر زادِ راہ لے کر پڑھائی کے لیے پیدل کشمیر روانہ ہوئے۔ اخراجات کا بندوبست نہیں تھا، اس لیے محنت مزدوری کی خاطر شملہ، ڈیرہ دون اور منصوری وغیرہ چلے گئے اور کچھ رقم فراہم ہونے پر واپس آکر کشمیر مدرسے (ہائی سکول) میں داخلہ لے لیا۔

سکول کے ہیڈ ماسٹر کو مالاکنڈ کے رئیس سیٹھ عیسیٰ جیؒ نے خط لکھا کہ سرمائی تعطیلات میں بچوں کے لیے ایک اتالیق بھیج دیں۔ بعض اساتذہ نے معذرت کی تو ہیڈ ماسٹر نے آپ سے پوچھا، آپ نے تجربے کی حامی بھر لی۔ رئیس زادوں کو آپ کی رفاقت راس آئی اور ان کا تعلیمی معیار بھی بلند ہوا۔ اس طرح آپ فکر معاش سے آزاد ہو گئے۔ کئی سال تک زمستان امیرزادوں کی معیت میں گزارتے ہوئے بلتستان کی سردی سے بھی بچے رہے اور آرام سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔

تحقیق حق: موصوف ابتدا سے ہی مسلک حق کی جستجو میں رہتے تھے، مطالعہ کرتے اور علمائے دین سے مذہبی مسائل دریافت کرتے، مگر پوری تسلی نہیں ہوتی تھی۔ اسی سلسلے میں جید عالم دین مولانا سید ابوالحسن کریی رحمۃ اللہ علیہ سے پنجاب میں ملاقات ہوئی اور آپؒ کی صحبت و نصائح سے متاثر ہو کر مسلکِ اہلِ حدیث اختیار کر لیا۔ اس راہِ تحقیق میں دینی کتب و رسائل کا خوب مطالعہ کیا، خاص طور پر مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے ''اخبارِ اہل حدیث'' کے پیہم مطالعے نے طریقہ سلف صالحین پر مزید راسخ کر دیا۔ یہی وہ ''علمی ذوق'' تھا، جس کی بنیاد پر مولانا الحاج خلیل الرحمٰن الباقری رحمۃ اللہ علیہ نے

آپ کا نامِ نامی ''تذکرہ علماء وصوفیاء بلتستان'' میں شامل کر دیا۔

دعوتِ دین: آپ مثنوی مولانا روم کے اشعار بڑے شوق سے پڑھتے تھے اور جو شخص بھی سامنے آتا' پاس بٹھا کر توحید الٰہی پر درس دیتے اور نصیحت فرماتے تھے۔ اس وقت چھلو میں بعض ائمہ اہل بیت رحمۃ اللہ علیہم کی ولادت اور وفات وغیرہ کی مناسبت پر گھر گھر سے چندہ وصول کر کے اجتماعی طور پر عید' ماتم وغیرہ منانے کا اہتمام ہوتا تھا۔ ایسی بعض تقریبات میں علاقے کے احناف بلا امتیاز شرکت کرتے تھے، لیکن ماسٹر موصوف رحمۃ اللہ علیہ فردِ واحد ہونے کے باوجود اپنی سلفیت کا بھرم رکھتے ہوئے اس طرح کی بدعات سے یکسر اجتناب کرتے تھے۔

آپؒ نے ایک نئے فرزند توحید کی ''حوصلہ افزائی'' کی، اس نے اپنے بعض عزیزوں کو جہالت کے اندھیرے میں ''طلب علم نبوی'' کی راہ بجھائی...... یہ مبارک سلسلہ آگے بڑھتا رہا اور متعدد نونہالوں کو علم کے راستے پر گامزن کرنے کا ذریعہ بنا...... دیے سے دیا جلتا رہا...... **الحمد للہ!** آج چھلو شہر میں ''اہل حدیث'' اس ایک ''فرد'' سے تجاوز کر کے ایک ''جماعت'' کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اور ان میں ماسٹر رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے فرزند الشیخ عبد الرزاق خان رحمۃ اللہ علیہ اور ایک پوتے عبد الوہاب خان سمیت تادمِ تحریر سات آٹھ افراد مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں۔

میں ''اکیلا'' ہی چلا تھا جانب منزل مگر　　　لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

پیشہ تدریس: علاقہ زانسکار کرگل میں پہلا مدرسہ 10 جون 1920ء کو قائم ہوا، جس میں آپ مدرس مقرر ہوئے اور علاقائی روایت کے مطابق آپ کو ''ماسٹر'' کا خطاب مل گیا۔ یکم ستمبر 1951ء تک مدارس ذیل میں درس و تدریس کے فرائض بطریق احسن انجام دیتے رہے: پرائمری سکول زانسکار، پرائمری سکول پنی کھر، مڈل سکول سکردو، لوئر مڈل سکول چھلو، لوئر پرائمری سکول شگر، ایل بی ٹریننگ سکول سکردو، پرائمری سکول دراس اور پرائمری سکول کھرکوہ۔

دورانِ جنگ آزادی 48-1947ء تقریباً آٹھ مہینے تک حکومت کی طرف سے کسی کو تنخواہ نہیں ملی۔ اس دوران اکثر و بیشتر ملازمین اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے رہے۔ مگر ماسٹر صاحبؒ نے تدریس کا پیشہ صرف پیٹ پالنے کی خاطر نہیں، بلکہ خدمتِ انسانیت کی نیت سے اختیار کیا تھا، لہٰذا آپ نہ صرف بلا ناغہ اپنے فرائض انجام دیتے رہے، بلکہ آزاد فورس کے لئے راشن کی سپلائی کے سلسلے میں بھی بہت خدمات سرانجام دیں۔

ابتلاء و آزمائش: صدیوں سے مسلط غلامانہ ذہنیت کا اثر تھا کہ علاقے کا کوئی فرد تعلیم، تجارت یا روزگار وغیرہ کے سلسلے میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل کر کے وطن لوٹتا یا باہر سے کوئی سرکاری ملازم اپنی ڈیوٹی پر چھلو آتا تو اولین فرصت میں کوئی ''معقول تحفہ'' لے کر دربار راجگی میں ''سلام'' کرنے ضرور جاتا۔ اس دست بستہ حاضری کا مقصد راجہ صاحب کو فرمانبرداری اور

کاسہ لیسی کا پیغام دیتا تھا۔ ایک دفعہ انسپکٹر سکول کے اندازِ تکلم سے ماسٹر صاحب کو اندازہ ہوا کہ ''دربارِ راجگی'' سے ہو آئے ہیں۔ اسے کوئی قابل گرفت پوائنٹ نہ ملا تو کسی بات پر آپ کو''جنگلی'' کہہ دیا...... آپؒ نے گرجدار انداز میں کہا: ''خبردار! جنگل میں شیر ببر بھی ہوتا ہے۔'' یہ روئے سخن دیکھ کر انسپکٹر صاحب سہم گئے۔

آپؒ مدرس مقرر ہو کر چھلو آئے تو راجہ صاحب کے کسی درباری نے پوچھا: ''آپ راجہ سے ملنے نہیں گئے؟'' آپؒ نے شانِ بے نیازی سے جواب دیا: ''مجھے فی الحال ان سے کوئی کام نہیں ہے۔'' انہوں نے مرچ مسالہ لگا کر راجہ صاحب کو بات پہنچادی۔ ان کے بھڑکانے سے دونوں میں چپقلش شروع ہوگئی۔

آپؒ احکاماتِ راجگی کے خلاف اپنا خاندانی نام ''خان'' استعمال کرتے تھے، گھر میں سفید گلاب کا پھول بھی لگایا۔

لاوارث کا ترکہ راجہ کے نام خود بخود منتقل ہوتا تھا۔ دیکھ بھال کے صلے میں ایک بیوہ نے اپنی جائیداد ماسٹر صاحب کو ہبہ کردی۔ محکمہ مال بھی راجہ صاحب کے پشت پر تھا۔ آپؒ نے مقدمہ لڑا...... فیصلے کے سلسلے میں تحصیلدار نے آپ کو راج محل میں بلایا تو کہلا بھیجا: ''یہ کہاں کا دستور ہے کہ مدعی کے دسترخوان پر بزم عدالت سجائی جائے؟!'' آخر محلہ بچھی کے چوپال میں عدالت لگی، جہاں تحصیلدار صاحب اور راجہ صاحب کے لیے دو کرسیاں لگی ہوئی تھیں...... آپؒ بروقت جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گئے تو اہل مجلس ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے...... یہ ماجرا دیکھ کر آپؒ نے ''انسانی مساوات'' کے موضوع پر تقریر کی؛ جس سے سبھی متاثر ہوئے اور تحصیلدار صاحب نے تیسری کرسی بھی منگوالی اور آخر کار فیصلہ بھی آپؒ کے حق میں ہوا۔

دینی آزمائش: ماسٹر احمد علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا مکان چھلو خاص میں واحد مسکنِ موحدین ہونے کی وجہ سے اغیار نے بہت ستایا اور اثر و رسوخ استعمال کر کے دور دراز جگہوں پر تبادلہ کراتے رہے اور مختلف طریقوں سے انہیں پریشان کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ مگر آپؒ اس شعر کے عملی مصداق بنے رہے:

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب ! یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

صمیم قلب میں راسخ عقیدہ توحید کے ساتھ چہرے پر سجی ''مسنون داڑھی'' اور ''ٹخنوں سے اوپر پائچے'' بش اور ٹونی کے دہشت گردانہ دور سے قبل بھی راسخ العقیدہ حریت پسندوں کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ اُس ''فرقہ وارانہ انتہا پسندی'' کے دور میں بھی ''اساس پرست'' مسلمان کے لیے اپنا تشخص قائم رکھنا کس قدر مشکل تھا!! درج ذیل درخواست اس کی ایک جھلک دکھا رہی ہے:

بحضور جناب وزیر وزارت صاحب بہادر ضلع لداخ و بلتستان دام اقبالہ

رپورٹ بوساطت جناب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس اسکردو

جناب عالی No:17 Dated:27-2-03B

گزارش ہے کہ نیاز مند بحکم تبادلہ مورخہ 17 ماہ جیٹھ 2003 بکرمی کو کرگل سے روانہ ہو کر اولڈینگ پڑاؤ پر پہونچا۔ اولڈینگ پڑاؤ سے عبور دریائے سندھ وشیوک کریس پہونچنے تک فضا بہت خطرناک ہوگئی ہے۔

نیاز مند بمع چھ نفر بیگاریاں پڑاؤ اولڈینگ سے 18 جیٹھ کو روانہ ہوا تو بین راہ موضع ترکٹی میں شرِ مپہ محمد علی نامی شخص نے بمع دیگر پانچ اشخاص کے گھوڑے سے گراتے ہوئے تبرا کیا اور قینچی سے نیاز مند کی داڑھی جبراً کتر ڈالی اور 33 روپیہ مالیت کا سامان اور 80 روپیہ نقد چھین کر چھوڑ دیا۔ جب نیاز مند پڑاؤ باغیچہ پہونچا تو اولڈنگ والے بیگاریوں نے بھی حملہ کرنے کا ارادہ کر کے سرکاری ریٹ سے زیادہ کرایہ مبلغ 20 روپیہ لے گئے۔ باغیچہ پڑاؤ پر موضع میوردو والوں کا رئیس (باری) تھا۔ حاجی حمزہ نامی معتبر رئیس اور دیگر رئیس والے رات دیر گئے تک نیاز مند کو ستانے کے لیے دالانِ پڑاؤ میں تبرا بازی کرتے رہے اور بوقت صبح حملہ کرنے کا خوف دے کر مورخہ 19 جیٹھ کو مبلغ 100 روپیہ نقد اور 4 روپیہ کا سامان چھین کر لے گئے۔ پڑاؤ طولتی پہونچ کر بیگاری مخلی ولد غلام ساکن میوردو، غلام حسین ولد عبدو، حاجی حمزہ، علی ولد حیدر، نقی اور مخلی نے مبلغ 53 روپیہ چھین لئے۔ 20 جیٹھ کو طولتی والے بیگاریوں نے بھی پرکوتہ پڑاؤ پر پہونچ کر اصلی کرایہ سے زیادہ مبلغ 3 روپیہ جبراً لے لیا۔

لہٰذا رپورٹ ہذا واجباً واطلاعاً گزارش کر کے ملتجی ہے کہ تحقیقات فرما کر دادرسی فرمائی جاوے۔ نیاز مند شناخت اور شہادت ثبوت پیش کرسکتا ہے۔ مگر یہ بھی عرض ہے کہ جب تک راستہ میں امن قائم نہ ہو، پیروی مقدمہ کرنے سے بالکل معذور ہے۔

مورخہ 27 جیٹھ 2003 بکرمی   عرضے نیاز: احمد علی خان حال اولمدرس مدرسہ کھر کو تحصیل سکردو

ذوق عبادت: اوائل 1951ء میں کمزوریٔ بصارت محسوس کر کے لمبی رخصت لی اور یکم ستمبر 1951ء کو سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو کر ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ بعد میں جناب الحاج حکیم عبدالرحمٰن المکی ثم بیگوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاج سے بصارت بحال ہوگئی۔ آپؒ شب بیداری اور یادِ الٰہی میں اس قدر مستغرق رہتے تھے کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ آپ کا یہ قول مشہور ہے: ''موت کے بعد سے قیامت تک سونے کا ہی کام ہے، اِس لیے دنیوی چند روز سو کر ضائع نہیں کرنے چاہئیں۔''

محلے کی مسجد نوربخشیہ اور اہل سنت (اہل حدیث واحناف) میں تقسیم شدہ تھی۔ موسم سرما میں ہر گھرانہ باری باری اجتماعی ناشتہ کا اہتمام کرتا تھا۔ اس قسم کے سادہ رسوم میں آپ بھی باقاعدہ حصہ لیتے تھے۔ فجر کی اذان بلاناغہ اپنے گھر کی چھت سے دیا کرتے تھا، آپ کی پرسوز آواز دور دور تک سنائی دیتی تھی۔ مسجد کی ضروریات کا بھی خاص خیال رکھتے تھے۔ فرض نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے، لیکن عام طور پر انفرادی نماز پڑھ کر آتے تھے۔☆ کبھی کوئی اہل حدیث مہمان میسر آتا تو نماز باجماعت

☆ اس وقت چھلو کے احناف مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ (۱۲۹۷-۱۳۸۶ھ) کے معتقد تھے۔ جنہوں نے دہلی میں مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فارغ التحصیل ہو کر اپنے گھر محلہ ستروپی میں مکتب قائم کیا اور اہلسنت کا جمعہ بھی آپؒ ہی کی کوشش سے قائم ہوا۔ کچھ عرصہ بعد انہیں تصوف کا شوق ہوا =

کا سنہری موقع پا کر بہت مسرور و مشکور ہوتے تھے، کبھی محض اسی خاطر چند روز قیام کی زحمت دیتے حتیٰ کہ اس غربت زدہ دور میں اہل مسجد پر تبرکات میں نو وارد کی حصہ داری گراں ہونے لگتی۔ سنن رواتب اور تہجد گھر پر ادا کرنے کا خاص اہتمام کرتے تھے۔

انتہا پسندی کی انتہا: انگریزی تسلط کے دور میں ''Divide and rule'' پالیسی کے تحت حکمران ٹولے کے ہاں قیامِ امن کے عمل میں خلوص کا نہایت فقدان تھا۔ بلتستان کے علاقے میں تو بالکل اندھیر نگری کا راج تھا۔ حکومت نے قیام امن کی سنجیدہ کوشش نہ کی تو ''اذااشتکیٰ منه عضوٌ تداعیٰ له سائرُ الجسدِ بالسهر والحمیٰ'' کی بنیاد پر اپنے ہم عقیدہ بھائیوں سے معاونت کا مطالبہ کیا۔ ذیل کا تفصیلی خط اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے:

محترم صدر و جناب سکریٹری آل انڈیا احرارِ اسلام ہند، لاہور دامت فیوضہم

گزارش بخدمت عالیہ یہ ہے کہ ہم مظلوم اہلسنت والجماعت بلتستان (تبت خورد) کی ہی نگاہ جنابوں کی طرف نہیں، بلکہ تمام اہل اسلام کی امیدیں آں حضرات کی مقدس جماعت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ہم مجملاً فریاد کی داستان سناتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ہماری فریاد توجہ سے سن کر کسی صورت سے بھی ہو سکے، ہمدردی و امداد فرمائیں گے۔

(۱): تمام طول وعرض بلتستان (تبت خورد، علاقہ کشمیر) میں اکثریت (س) ذہنیت والوں کی ہے۔ جاگیرداران بھی اسی فرقے کے ہیں۔ بلتستان میں عموماً اور جاگیر چپلو میں خصوصاً فرعونی برتاؤ اور سلوک اہل سنت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

(۲): یوماً فیوماً اہل سنت پر قسم قسم کا ظلم و ستم، ہر ناجائز عمل روا رکھا جاتا ہے۔ مذہبی ضد سے رؤساء اور جاگیرداران، اہل سنت والجماعت کو دبانے اور مذہب چھوڑنے پر مجبور و مقہور کرنے کی ناپاک کوشش کرتے رہتے ہیں، دنیاوی تکلیف کی کوئی حد نہیں۔

(۳): اکا دکا مسلمان جان و مال کے خوف سے سفر نہیں کر سکتا۔ جانی و مالی نقصانات کا ہمیشہ سنیوں کو خطرہ رہتا ہے۔ راہرو سنی مسافر کو اکثریتی فرقے کے محلہ میں عین سردی میں بھی ٹھہرنے نہیں دیتے اور غریب سنیوں کو اصحاب کرام ﷺ وازواجِ مطہرات ؓ پر لعن طعن کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

(۴): پچھلے مہینوں مولوی محمد کثیر صاحب سنی امام جامع مسجد چپلو پر جاگیردارِ چپلو کی تحریک اور ملا محمد شاہ کرسی کی تائید

'' = اور تلاشِ مرشد میں ہندوستان جا کر بابا حیدر شاہ کی بیعت کی۔ پھر یارقند گیا، وہاں بابا عبدالصمد ختنی سے بیعت کا ارادہ ظاہر کیا تو اس نے کہا کہ سلطان علی (بلغاری) کی بیعت کریں۔ فوراً واپس آیا تو بابا سلطان چھوربٹ میں وفات پا چکے تھے۔ پس بقیہ عمر بحالت مجذوب بسر کی۔ [تذکرہ علماء وصوفیاء بلتستان ص: ۹۸۔۹۹] اِس دوران اُس نے تکالیف شرعیہ ساقط کر دیں اور جاہل مریدوں نے نماز روزہ ترک کر دیا، لیکن پابند شریعت احناف نے پھر بھی ان کے ساتھ عقیدت جاری رکھی۔ اس وجہ سے ماسٹر موصوف رحمۃ اللہ علیہ ان کی اقتدا کو پسند نہیں کرتے تھے۔ (ابو محمد)

سے حملہ کیا گیا۔ اہل سنت کو خطرے میں ڈالا گیا، زدوکوب بھی ہوا اور انہی کی تحریک سے ان کے رشتہ دار مفسد ملا محمد شاہ کریسی اور خشپہ غلام محمد وغیرہ ملاؤں کے ذریعے تنگ کر کے ہجرت پر مجبور کرنے کے لیے یہ سب کچھ کرایا جارہا ہے۔

جناب والا! سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ محض اہل سنت کی دل آزاری کی خاطر کبار اصحاب کرام ﷺ وازواج مطہرات رضی اللہ عنهن اجمعین پر لعن طعن، علانیہ تبرا بازی کرنے کے علاوہ اس سال سے یہ قبیح حرکت بھی جاگیردار کی تحریک سے خپلو میں جاری کی گئی ہے کہ اصحاب کرام ﷺ وازواجِ نبی رضی اللہ عنهن اجمعین کے مجسمے (کارٹون) بنوا کر تبرا ولعن طعن کرتے ہوئے ان پر گولیاں چلاتے ہیں، بازاروں بازارگشت کرتے ہیں اور سخت توہین کرتے ہیں۔ ''واللہ'' کوئی اہل ایمان ایسے ناشائستہ حرکات کو دیکھتے ہوئے زندہ نہیں رہ سکتا.....مگر ہم مجبور محض ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ حکومت پر بھی ان کا اثر رسوخ زیادہ ہے، خصوصاً جاگیردار خپلو کے لحاظ میں آ کر لوکل حکام ہماری فریادرسی نہیں کرتے، شنوائی ہی نہیں ہوتی۔

آخر کار ہماری طرف سے ایک وفد دشوار گزار دور دراز مسافت طے کر کے سری مہاراجہ صاحب جموں وکشمیر کی خدمت میں پہونچا۔ کشمیر کے اخباروں میں راجہ ناصر علی خان کے مظالم جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ سری مہاراجہ صاحب کی خدمت میں باضابطہ درخواستیں بھی پیش کی ہیں۔ مگر اب تک کوئی عملی قدم حکومت کی طرف سے نہیں اٹھایا گیا ہے۔ یہ بھی خطرہ ہورہا ہے کہ ہمارے وفد مولوی محمد کثیر صاحب (حال: مجاہد منزل سری نگر کشمیر) پر الٹا مقدمہ نہ چلایا جائے۔

واضح ہو کہ راجہ ناصر علی خان کا صاحبزادہ فتح علی خان ممبر اسمبلی ہے اور ان کا اثر رسوخ مہاراجہ صاحب پر بھی ہے۔ ہم غریب ومظلوم سنی دولت وحکومت سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ فرنٹیر بلتستان کو انتخاب کا حق بھی نہیں ملا ہے۔ ہماری اور آں جناباں کی مثال اس آیت کریمہ میں موجود ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَّاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا۝﴾

اللہ کے لیے ہم بیکس مظلوم مسلمانانِ بلتستان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے قولی، فعلی اور مالی جس صورت سے ممکن ہو امداد فرما کر ثواب دارین حاصل فرماویں۔ نیز مہاراجہ صاحب پر اثر ڈال کر فریاد کی شنوائی کی غرض سے دو چار تار (ٹیلی گرام) جنابوں کی طرف سے دے دیں۔ نیز ہمدردی کے مضامین لکھ کر دیگر مناسب سفارشات فرما کر ہم بے بس مسلمانوں کی دست گیری فرماویں اور ہمیں دعاؤں کا موقع بخشا جاوے۔

ایسے اقدامات میں اصحاب کرام ﷺ وازواجِ مطہرات رضی اللہ عنهن کی توہین بند ہونے اور مسلمانان بلتستان کی ترقی وبہبود، دشمنان اسلام کی رسوائی وسرکوبی کا راز پنہاں ہے۔ اللہ کی قسم لکھنؤ کے واقعے سے یہاں کا واقعہ بہت زیادہ اہم ہے۔

وہاں مسلمان اپنے بھائیوں کی امداد کے لیے تیار ہیں اور کثیر تعداد میں ہیں، یہاں آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔

غرض اس معرکے کا فتح کرنا جناب جیسی غیور ہستیوں کی ہمدردی کے بغیر ناممکن ہے۔ہم پر چاروں طرف سے یورش ویلغار ہورہی ہے۔اگر نوج اس دفعہ کامیاب نہ ہوئے تو ہم اہل سنت والجماعت کا نام ونشان بلتستان (تبت خورد) سے مٹ جائے گا اور اس سال کی جاری کردہ قبیح وحیا سوز حرکت عام ہوجائے گی۔اصحاب کرامؓ وازواجِ نبی رضی اللہ عنہن کی تذلیل کے باوجود راجہ پر کوئی دباؤ نہ پڑا تو یہ وبا تمام بلتستان میں پھیل جائے گی۔ اللّٰہ حافظ

الملتمسین: مسلمانانِ بلتستان (تبت خورد، علاقہ کشمیر)

(بذریعہ): عبدالقادر عفی عنہ یگو علاقہ خپلو　　　　مولوی محمد موسیٰ

شہادت اور مصالحت: ہر ممکن وسائل بروئے کار لانے کے باوجود قانونی چارہ جوئی نہیں ہورہی تھی، کیونکہ عدالت غیر جانبدار شہادت کا تقاضا کرتی تھی۔اہل سنت مقدمے کے باقاعدہ فریق تھے اور نوربخشی ان کے ہمنوا، غیر جانبدار گواہ کہاں سے لاتے؟! آخر ایک دفعہ عاشورہ محرم کے موقع پر یہی انتہا پسند لوگ جلیل القدر اصحاب کرامؓ کے مجسمے گھسیٹتے ہوئے خپلو ہسپتال میں لے کر گئے' جہاں ایک ہندو ڈاکٹر متعین تھا۔اس نے یہ توہین آمیز سلوک دیکھا تو اہل سنت برادری نے موقع غنیمت جان کر بتایا کہ یہ اسلام کی جلیل القدر ہستیوں کے مجسمے ہیں۔اس پر وہ ڈاکٹر توہین آمیز سلوک کا چشم دید گواہ بنا اور مقدمہ مضبوط ہوگیا۔آخر کار جناب راجہ صاحب کو اپنی متعصبانہ پالیسی ترک کرنے کی یقین دہانی کرنا پڑی۔ اس پر فریقین میں درج ذیل مصالحت ہوئی:

باعث تحریر آنکہ

منکہ راجہ ناصر علی خان ولد راجہ حاتم علی خان صاحب مرحوم جاگیردار خپلو تحصیل اسکردو ضلع لداخ ریاست جموں وکشمیر اقرار کرتا ہوں کہ میں مولوی محمد کثیر ودیگر علمائے اہلسنت والجماعت خپلو (احناف واہلحدیث) کو اور نوربخشی رعایائے جاگیر مذکور کو بھی حسب ذیل باتوں کا یقین دلاتا ہوں:

(۱) علاقہ جاگیر خپلو میں کسی فرقہ کے ساتھ عقائد کے اختلاف کی وجہ سے کوئی امتیازی سلوک آئندہ کے لیے روا نہیں رکھا جائے گا اور تمام فرقے جاگیردار کی نگاہ میں مساوی سلوک کے مستحق ہوں گے۔

(۲) کوئی ایسی بات نہیں کی جائے گی جس سے کسی فرقے کے مذہبی جذبات مجروح ہونے کا امکان ہو۔

(۳) اہلسنت والجماعت کے بزرگوں کی تصویریں بنا کر ان کی توہین یا برملا لعن طعن کرنا' جس سے اہلسنت ونوربخشی فرقوں کو دکھ پہونچتا ہے' بند کرادوں گا۔اگر کوئی شخص اس کا مرتکب ہو تو میں خود اس کے خلاف رپورٹ کروں گا۔

(۴) محمد شاہ اور حسن شاہ وغیرہ کو جو حدودِ جاگیر سے باہر کے باشندے ہیں' اندرونِ جاگیر کوئی فتنہ انگیز تقریر کرنے نہیں دوں گا۔

(۵) آئندہ مندرجہ بالا چاروں شرائط کی پابندی کا میں وعدہ کرتا ہوں اور اس پر خدا اور رسول اور پنج تن پاک کو گواہ بناتا ہوں۔

فقط : راجہ ناصر علی خان

شرائط مندرجہ بالا کے مطابق ہمیں مابین صلح منظور ہے۔ ناچیز : محمد کثیر عفی عنہ بقلم خود

تحریکِ آزادی: ڈوگرہ دور میں ظالم حکمرانوں کی شہ پر اکثریتی فرقے کے ظلم وستم نے تمام مظلوموں کی طرح آپ کے صمیم قلب میں بھی آزادی کی اہمیت اجاگر کردی تھی۔ اس بنا پر آپ نے تحریک آزادی میں مسلمان فوج کے لیے راشن کی سپلائی میں خوب رضا کارانہ خدمات انجام دیں۔

بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ خفیہ طور پر تحریک آزادی کے کارکنوں کی طرف دست تعاون بھی بڑھاتے تھے۔

تحریک آزادی کے ایک بیباک مجاہد عرف 'کابلی پٹھان' رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاص مشن پر چلو پہنچے تو راجہ کے ہرکاروں کے ذریعے ماسٹر موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو دربار میں بلایا۔ آپ گئے تو مجاہد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسلح ہو کر راجہ کی نشست خاص پر براجمان تھے اور علاقے کی آزادی کے لیے افرادی قوت اور اسلحہ کا انتظام نہ ہونے پر راجہ صاحب کی سرزنش کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: ''ماسٹر صاحب مجھے اپنے دولت کدے پر بلانے آیا ہے اور میں شکریہ کے ساتھ ان کی دعوت قبول کر رہا ہوں۔''

آپؒ نے عرض کیا: ''جناب ! آپ کے شایان شان انتظام میرے پاس نہیں ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ایک مجاہد کے لیے معمولی سا ٹھکانا کافی ہے۔'' چنانچہ آپؒ نے پڑوس کے ''دکان'' نامی کمرے میں مجاہد صاحب کے لیے ضروری سامان مہیا کیا۔

دراصل کابلی صاحب چلو میں بعض اہم کافروں کو ٹھکانے لگانے کے لیے مناسب جگہ کی تلاش میں تھے، آپؒ کا مکان محلے کے بیچ میں ہونے کی وجہ سے اس مہم کے لیے موزون نہ پا کر جناب سید محرم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نعمت کدے میں ستر و نپی منتقل ہو گئے اور کسی بہانے بلا کر ہندو ڈاکٹر، کمپوڈر اور ایک سکھ دوکاندار گورنخ سنگھ کو قتل کر دیا اور ڈاکٹر کی اہلیہ کو قید کیا۔

ایک دن کابلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لٹھے کا پورا تھان سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیا' جو درزی کا کام بھی کرتے تھے اور ایک جوڑا سلانے کو کہا۔ سید صاحبؒ نے مناسب مقدار میں کپڑا کاٹ کر باقی واپس دیا تو وہ طیش میں آگئے اور کہنے لگے: اس تھان سے پورا ایک جوڑا بنوانا ہے۔ پھر مولانا محمد کثیر رحمہ اللہ کے گھر محلہ ملا علیوا چلے گئے۔ قیدی رات کو کھڑکی سے چھلانگ لگا کر فرار ہو گئی، مگر فوراً پکڑی گئی۔ بہرحال حریت پسندوں کی مخلصانہ کوششوں کے صلے میں مظلوم عوام کو آزادی کی نعمت مل گئی۔

جماعتی آزمائش: قیامِ پاکستان کی خوشی میں مظلوموں نے اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ لیکن بیوروکریسی نے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے بھی کافر حکمرانوں کا ظالمانہ مشن جاری رکھا۔